عید قربان کا پیغام عالم انسانیت کے نام

خطبہ مسنونہ کے بعد "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم"

آج عید الاضحی ہے اور ہم سب اس عید گاہ میں رب العالمین کا شکر بجا لانے اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کو زندہ کرنے اور اس دن کی یاد تازہ کرنے کیلئے اکٹھا ہوئے ہیں۔ ہاں آج کا دن وہ دن ہے جس دن تاریخ انسانی کا وہ عظیم، بے مثال اور عقلوں کو متحیر کر دینے والا واقعہ پیش آیا کہ تاریخ جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ذرا سوچئے اس کا تصور کیجئے! ایک بوڑھا باپ ہے اس کا ایک بیٹا بڑھاپے کی امیدوں کا سہارا ہے۔ اس بچپن کی دہلیز سے گذر کر جوانی کی بہاروں سے آشنا ہونا شروع کیا ہے کہ رب تعالیٰ کی جانب سے باپ بیٹے کے دلوں کی دنیا اور آزمائش کی کسوٹی سے گذار کر کندن بنانے کا فیصلہ آ گیا۔ باپ یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام والتسلیم کو خواب دکھایا گیا کہ وہ اپنے سعادت مند و فرمانبردار اکلوتے بیٹے جگر کے ٹکڑے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ قربان جائیے اس باپ کی اطاعت شعاری، وفاداری اور عبادت گذاری پر کہ جو اس سے پہلے اپنی پوری زندگی آزمائشوں سے گذرتا ہوا آیا تھا، اس حکم ربانی پر نہ تو رنجیدہ ہوا، نہ کبھی تامل اور ہچکچاہٹ سے دوچار ہوا بلکہ جس رب کی عبادت و بندگی کیلئے اس نے خود کو خاص کر رکھا تھا، اور ہر طرف سے منہ موڑ کر جس کی جانب متوجہ ہوا تھا اور جس کیلئے اپنے تمام اعمال بلکہ اپنی زندگی و موت کو بھی خالص کر رکھا تھا، رب اتنا اور مالک کی مرضی کے آگے ایک اطاعت گذار غلام کی مانند سر تسلیم خم کر دیا۔ آہ ذرا تصور کیجئے ایک ایک اپنے بیٹے سے محبت کا اور وہ بیٹا کہ اپنے رب کے حکم کے مطابق جب اس کی ماں کے ساتھ بچپن ہی سے خود سے جدا کر کے ایک بے آب و گیاہ وادی میں بسا آیا تھا۔ وہ بیٹا کہ جو تن تنہا اور غم ناک گھڑی میں اپنی مثال آپ تھا، ایسے پیارے بیٹے ایسے محبوب لخت جگر سے کہنا کہ پیارے بیٹے جان سے بڑھ کر عزیز ترین فرزند! رب کی جانب سے حکم آیا ہے کہ تیرے نرم و نازک حلقوم پر میں خود اپنے ہاتھ سے چھری چلاؤں گا۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اللہ اکبر! اور بیٹا؟!! وہ کیا بیٹا تھا!! تسلیم و رضا کا پیکر، اطاعت الٰہی اور اطاعت ربانی کا پیکر، اخلاص و وفا کا پیکر، بندگی اور عبادت کا پیکر، اس جیسے حکم کے انتظار ہی میں تھا، حکم آنے کی دیر تھی کہ سر کٹانے پر بھی تیار! اپنی اختیار سے خود گلے پر چھری پھروانے کیلئے بھی تیار! "یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین" الآیہ۔ باجان!!! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کر گزریئے!!! اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام رب کا حکم بجا لانے کو چل پڑتے ہیں اور یوں ... اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اللہ کے فرمان کو بجا لانے کیلئے اسکی بندگی کو بجا لانے کیلئے اسی کی محبت سے سرشار ہو کر اور اس جذبہ کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے کہ ان کے دل میں اللہ کی محبت کی راہ میں کوئی بھی محبت نہیں آ سکتی۔ بعد اللہ کی محبت ہر محبت پر غالب ہے۔ انہوں نے اپنے رب سے جو عہد کیا تھا کہ "وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض ...." ہر سمت سے کٹ کر اپنا رخ صرف اسی خالق ارض و سماء کی طرف کر لیا ہے۔ اس عہد کو پورا کرتے ہوئے! خود سپردگی، سر فگندگی اور جاں سپاری کا اعلیٰ ترین مثال پیش کرتے ہوئے! ان دونوں نے مکمل طور پر خود اللہ کے آگے جھکا دیا اور وہ نظارہ پیش کیا کہ چشم فلک نے ویسا نظارہ نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی بعد میں اس کا کوئی امکان ہے "فلما اسلما وتله للجبین" جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا۔ اور پھر ... اس وقت تک پوری طاقت سے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلاتے رہے جب تک رب نے اپنے

محبوب بندے، اپنے خلیل کو صدا دی کہ اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا "وناديناه
ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین" اور اللہ نے اس عظیم قربانی کو، اس
جذبۂ فداکاری کو یوں شرف قبولیت سے نوازا کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے
ایک مینڈھا بھیج دیا اور یوں اپنے خلیل کے جگر گوشے اور اپنے محبوب مخلص بندے اسماعیل کی
جان بچالی۔ اور قرآن کریم میں ان دونوں بندوں کی قربانی اور فداکاری کو یوں یاد فرمایا:
ان ھذا لھو البلاء المبین۔ بے شک یہ بڑی ہی عظیم آزمائش تھی۔

اپنے ہی جگر گوشے کو اپنے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کیلئے تسلیم و رضا
میں، اطاعت و فرمانبرداری میں، اسکی لئے خلوص و اخلاص میں قربان کرنے کا یہ عمل بارگاہ رب
العزت میں اس قدر باعث عزو شرف ٹھہرا کہ رہتی دنیا تک اہل ایمان کو خواہ وہ کہیں
بھی ہوں یا کسی بھی دیار مشرق و مغرب میں کہیں بھی ہوں، یہ حکم دیا کہ وہ ہر سال جذبۂ
ابراہیمی کے ساتھ ایک جانور کی قربانی پیش کریں، اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کریں۔

سامعین کرام! ہم اس خطبے کے بعد اپنے گھروں کو جاکر اللہ رب العالمین کے نام پر، اسی کی محبت
سے سرشار ہو کر، اسکی رضا کے حصول کیلئے جانوروں کو ذبح کریں گے، اور ان شاء
اللہ ذبح کرتے وقت ہمارے دل میں یہ یاد اور یہ جذبہ ضرور موجود ہوگا کہ ہم یہ عمل بھی
قربانی بھی خود رب العالمین کے حکم سے پیش کر رہے ہیں کہ جس کے ایک اشارے پر خلیل اللہ ابراہیم
نے اپنے لخت جگر، نور نظر اور بڑھاپے کے سہارے کے حلقوم پر چھری چلا دی تھی۔ اسی
طرح سے اگر آج بھی ضرورت پڑی، اللہ رب العالمین کی راہ میں، اس کی غلامی اور بندگی
کی راہ میں، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ میں اپنے مال کو قربان کرنے کی، اپنے گھربار
کو قربان کرنے کی، اپنے سکھ چین کو قربان کرنے کی، اپنی خواہشات کو قربان کرنے کی، اپنے
آرام کو قربان کرنے کی، اپنے رشتوں کو قربان کرنے کی، اپنے اہل و عیال کو قربان کرنے کی،
حتیٰ کہ اپنی اولاد کو اور خود اپنی جان کو قربان کرنے کی ... تو ان شاء اللہ الحفیظ
ہم اس سے پیچھے ہٹنا تو دور کی بات سنت ابراہیمی کو ادا کرتے ہوئے
ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ اگر واقعی یہی جذبہ ہمارے دلوں
میں رہا تو ان شاء اللہ بارگاہ رب العزت میں ہماری قربانیوں کو بھی شرف
قبولیت حاصل ہوگا کیوں کہ اللہ کو اپنے بندے سے یہی جذبہ تو مطلوب ہے، وہ
مقصود ہے "لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم"
اللہ کے ہاں ان جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ (اس کو ان جانوروں
کے خون اور گوشت کی ضرورت نہیں ہے) اس کے ہاں کوئی چیز پہنچتی ہے تو تمہارا
تقوی پہنچتا ہے، یعنی اس کے ہاں ہمارے دل کا جذبہ اخلاص پہنچتا ہے۔

چنانچہ یہ دن اور یہ قربانی یہ عید موقع ہے خود کا جائزہ لینے کا، کہ ہم اس کے کتنے وفادار
ہیں، ہمارے دلوں میں اس کے دین اور اس کے احکام کیلئے کتنی تعظیم ہے، ہم اس کے فرامین
اس کے احکامات کو بجالانے کیلئے کس قدر آمادہ ہیں، ہم نے خود کو اس کی اطاعت
میں کس قدر لگا رکھا ہے، ہم نے خود کو کس قدر اس کا بندہ اور غلام بنا رکھا ہے، کتنا خود کو
اس کے آگے جھکا رکھا ہے، اس کے اور اس کے رسول کے احکامات کیلئے کتنا خود کو

ہموار کر لیا ہے۔ اس نے اس بارے پر خواہشات نفس اور دنیاوی محبوبات کو نچھاور اور قربان
کر دینے کیلئے کتنا خود کو تیار کر لیا ہے؟ اپنی طلب، اپنی امیدوں، اپنی آرزوؤں، اپنی تمناؤں اور
اپنے تعلقات؟؟ ہم نے اس سے کتنا تعلق قائم کر رکھا ہے۔ ہمارے دل میں اس کیلئے کتنی محبت ہے، کتنی
خشیت ہے، اس کی جانب کتنی انابت اور کتنا دھیان ہے؟ ہم نے دنیا سے منہ موڑ
کر اس کی جانب، اس کی محبت اور اس کی رضا مندی کے حصول کی جانب کتنا خود کو متوجہ
کر رکھا ہے؟ ہمیں چند روزہ دنیا کی محبت، اس کے مال و متاع کی طلب، اس کے
عارضی عیش و آرام کی رغبت، اس کے قلیل مدتی جاہ و منصب کی چاہت اللہ کی محبت
پر غالب تو نہیں آ جاتی ہیں؟ اس کی یاد، اس کے احکامات، اس کے حقوق، اس کے دین
اور اس کی اطاعت سے تو غافل تو نہیں کر دیتی؟؟؟ ہم نے اسے کتنا اپنی امیدوں کا محور
بنایا ہے؟ ہمارا شوق، ہماری رغبت کتنی اس کی جانب ہے؟ ہمیں اس کی
رضامندی اور خوشنودی کے حصول کا کتنا خیال رہتا ہے؟ ہمیں اس کی ناراضگی اور
اس کے غضب کا کتنا اندیشہ اور خوف رہتا ہے؟ ہم نے کس حد تک اپنے معاملات
میں اس پر توکل اور بھروسہ کیا ہے؟ کتنا اپنے معاملوں کو اس کے سپرد کر رکھا ہے؟
اپنی زندگی کے معاملات میں ہم کتنا اس سے مدد طلب کرتے ہیں؟ ہم اس کی نعمتوں
کا کتنا شکر بجا لاتے ہیں؟ اور زندگی کے مصائب و آلام میں اس کی تقدیر پر
کتنا راضی رہتے ہیں؟ مشکلات جاتے ہیں اس کی نیت سے صبر و ثبات کا مظاہرہ
کس قدر اپناتے ہیں۔ ہم اس کی عبادت، بندگی اور غلامی بجا لانے کیلئے کتنے فکرمند
ہیں؟ اور اس سلسلے میں ہم کتنی اس سے توفیق طلب کرتے ہیں؟ ہمیں اس
کے انعامات اور احسانات کتنے یاد رہتے ہیں؟؟ وہ ذات باری تعالیٰ کس قدر
ہماری توجہ کا مرکز ہے؟ زندگی کے ہر موڑ پر وہ ہمیں کتنا یاد رہتا ہے؟ ہمیں اس سے ملاقات
کی گھڑی کتنی یاد رہتی ہے؟ اس سے ملنے کی چاہت کتنی ہے اور حساب و کتاب کا ڈر کتنا ہے؟
اس سے کتنی حیا ہم کرتے ہیں؟ اس کی نافرمانی سے ہم کتنا شرماتے ہیں؟ اس کے غضب
و طیش اور اس کے عذاب سے کتنا ڈرتے ہیں؟ اس کی جنتوں کی کتنی امید، کتنی طلب
اس کو پانے کی کتنی تمنا اور تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہیں اور اس کیلئے کتنی کوشش
کرتے ہیں؟ اور یہی تقوی ہے... جو اس قربانی کا مطلوب و مقصود ہے جو ہمیں یہ تعلیم دیتا
ہے اس پر آمادہ کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک پل اللہ کے حکم کے تابع
ہو۔ ہمارا قدم اٹھے تو اس کی خوشنودی کیلئے اٹھے۔ ہمارا ہاتھ اٹھے تو اس کا کلمہ
بلند کرنے کیلئے اٹھے، زبان کھلے تو اس کی توحید کی صدا بلند کرنے کیلئے کھلے۔ ذہن
و دماغ کا استعمال ہو تو اس کی نشانیوں پر غور کرنے کیلئے ہو، جسم کھلے تو
اس کی بندگی و غلامی کو اس کی زمین پر نافذ کرنے اور اس کے دین کی نشر و اشاعت
کرنے کی نذر ہی کیلئے اور ہمارے دل میں جس کسی کی بھی محبت ہو تو اس کی خاطر اور
اس کیلئے ہو، جس کسی سے بغض و نفرت ہو تو اس کیلئے ہو۔ اس کے رسول کی
اور اس کے دین کیلئے ہو اور اگر یہ صفات ہمارے اندر موجود ہیں تو ہمارا
ایمان زندہ ہے اور اس کی زندگی کا ثبوت، نیک اعمال کے ذریعے پیش کیا جائیگا

اس کے احکامات کی بجاآوری کے ذریعے پیش کیا جائے گا اس کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق
جو کچھ ہم اس نے ہم پر واجب کیئے ہیں ان کی ادائیگی کے ذریعے پیش کیا جائے گا۔ تاکہ ہم
حلاوت ایمانی کا احساس کر سکیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثلاث
من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان" تین خصلتیں ایسی ہیں جس کے اندر وہ پائی جائیں تو وہ ایمان
کی حلاوت اور چاشنی کو محسوس کرے گا (۱) من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما"
کہ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول دنیا کی ساری چیزوں سے بڑھ کر محبوب ہوں،
اور جب کبھی ان کی محبت سے کوئی محبت ٹکرائے تو ہر حال میں ان کی محبت ہی غالب آئے۔
(۲) وان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ" کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اور صرف
اللہ کیلئے کرے اور یہ محبت جو اللہ کی راہ میں کی جاتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی تفریق،
کوئی دیوار، کوئی سرحد اسے کاٹ نہیں سکتی۔ (۳) وان یکرہ ان یعود فی الکفر
کما یکرہ ان یقذف فی النار" اور جسے کفر میں لوٹنے سے، کفر میں پڑنے سے
کفر سے ایسی ہی نفرت اور اس سے وہ اس قدر خوف کھاتا ہو کہ جتنا آگ میں
ڈالے جانے سے کھاتا ہے، نفرت کرتا ہے۔

اور یہ تینوں صفات جس میں پائی جائیں وہ ایمان کی چاشنی، ایمان کی
حلاوت اور ایمان کا لطف محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا — لہذا ضرورت اس
بات کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے دنیا میں موجود ہر ایک شے اور ہر ایک
ہستی سے بڑھ کر محبت کی جائے اللہ اور اس کے رسول سے صرف محبت
ہی کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ ان کے ماسوا ہر شے سے بڑھ کر ان سے
محبت ہو اور اس بات کا اندازہ کس طرح ہو؟؟؟ اسی قربانی اور
ایثار سے کہ اللہ اور رسول کی محبت کو ہر محبت پر ترجیح حاصل ہو اور
اس کے آگے ہر محبت کو قربان کر دیا جائے۔

باپ کا حکم کچھ ہے، رسول کا فرمان کچھ ۔۔۔ !!! ماں کی خواہش کچھ ہے !!!
مرد کا حکم کچھ ۔۔۔ !!! بیوی کی فرمائش کچھ ہے دین کا تقاضہ کچھ ہے !!!
بیٹے کی ضد کچھ ہے اسلام کا مطالبہ کچھ !!! دل کی آرزو کچھ ہے اور ایمان کی
پکار کچھ ہے !!! پیٹ کی بھوک اور دل کا لالچ کہتا ہے کہ چیز لو اور خوب کھاؤ
دین محمدی کہتا ہے کہ چیز کا مطالبہ کرنا ظلم ہے لوگوں کا مال حرام اور باطل طریقے سے کھانا ہے
جو کسی صورت میں جائز نہیں !!! اب کس کو ترجیح حاصل ہوگی؟؟؟ بس جسے ترجیح
حاصل ہوگی سمجھ لیجئے کہ اس سے آپ کو زیادہ محبت ہے۔ بیٹے کی ضد ہے کہ
میں ٹی وی لا دیا جائے جس پر وہ فحش فلمیں سے معروف سینما اور ننگے ناچ دیکھے، اسلام
کی تعلیم ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور ہر چھوٹی بڑی فحاشی اسلام میں حرام ہے
اب کس کی محبت کو قربان کیا جاتا ہے کس کی محبت کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔
جس کی محبت کو بلند رکھا اس سے آپ کو زیادہ محبت ہے۔ بیوی کا اصرار ہے
کہ ماں باپ پر ظلم کرو ان کا جینا عذاب کر دو۔ انہیں گھر میں تنہا چھوڑ دو
بلکہ ان کو نکال دو تو ۔۔۔ اللہ اور اس کا رسول کہتا ہے کہ لوگو ماں

باپ کے دلوں کو ٹھیس پہنچ جائے۔ اب کس کی محبت غالب آئے گی ؟؟ بس وہی آپ کو زیادہ عزیز ہے۔ فجر کی اذان کی آواز کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہے میٹھی نیند اور آرام دہ بستر کی محبت ایک طرف ہے اور رب ذوالجلال کی محبت ایک طرف !! اب کس کی محبت غالب آتی ہے البتہ جس کی محبت غالب آئے اس سے آپ کی محبت زیادہ ہے۔ اسی طرح زندگی کے ہر موڑ پر ہر پل اور ہر لمحے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے ساتھ دوسری محبتیں ٹکراتی رہتی ہیں ہمیں اپنے دل کو کھنگالنا چاہئے کہ کس کی محبت ہمارے دلوں میں زیادہ ہے اور ہم کس کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ ہمیں اللہ سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت ہو بلکہ ہماری محبت کو اللہ کیلئے خاص ہونا چاہئے اور اس طرح اس کے سوا جس جس کی محبت بھی ہمارے دل میں ہو۔ اللہ ہی کیلئے ہو۔ نہ کہ جاہ کی وجہ سے ہو، نہ مال کی وجہ سے ہو نہ نسب کی وجہ سے نہ جمال کی وجہ سے ہو۔ غرض یہ ہماری محبت اور نفرت کا پیمانہ صرف اور صرف اللہ کی محبت ہو۔ یہ محبت آخری درجے کی محبت ہے کہ ہر محبت اللہ کیلئے ہو !! اور اللہ کی محبت کی تکمیل اور اس میں خلوص اس طرح آسکتا ہے کہ ہمیں ہر وہ چیز محبوب ہو جائے جو اللہ کو محبوب ہو۔ ہر وہ شخص محبوب ہو جائے جو اللہ کے یہاں محبوب ہو۔ اللہ کے نیک بندوں، اولیاء اللہ سے بالخصوص اور تمام مومنین سے بالعموم محبت کرنا یہ اللہ کی محبت میں شامل ہے۔ اسی طرح ایمان کی ضد کفر سے نفرت، کفریہ اعمال سے نفرت، اہل کفر کے طور طریقوں سے نفرت، کفر میں لوٹنے کا تصور سے نفرت۔ اللہ کی نافرمانیوں سے نفرت، اللہ کے ناپسندیدہ کاموں سے، اس کی ناپسندیدہ جگہوں سے اور اس کو ناپسندیدہ چیزوں سے نفرت، جس میں ہر ظلم، ہر فساد، ہر برائی، ہر بگاڑ شامل ہے ان تمام چیزوں کی نفرت اللہ کی محبت میں شامل ہے۔ لہذا اللہ جن چیزوں سے محبت کرتا ہے ان کو خود اپنانا اور سماج میں بھی پھیلانا اور اللہ جن چیزوں سے نفرت کرتا ہے ان سے خود دور رہنا اور سماج سے بھی مٹانا یہ مومن کی ذمہ داری ہے اور اللہ سے ایسی ہی محبت مطلوب ہے۔ آخری درجے کی محبت ۔ کہ دنیا میں کسی اور سے ایسی محبت جائز ہی نہیں، ایسی محبت کہ وہی مطلوب اور وہی مقصود ہو۔ وہی مراد ہو وہی غایت ہو۔ اسی کی رضامندی اور جنت کا حصول مقصد حیات ہو۔ اسی کی عبادت اور غلامی زندگی میں رچی بسی ہو۔ اسکی ناراضگی کا ہر دم دھڑکا ہو، کوئی قدم اس کی مرضی دیکھے بغیر نہ اٹھے ہماری مرضی وہی ہو جو اس کی مرضی ہو، کوئی قدم اس کی منشاء کے خلاف نہ اٹھے، یہی ہے تقوی، یہی ہے عبادت، یہی ہے قربانی کا پیغام ۔ یہی ہے عید قربانی کا مقصد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔